مریض : ڈاکٹر صاحب! پیٹ میں سخت درد ہے۔ بیٹھے چین آتا ہے نہ لیٹے۔
ڈاکٹر : یہ درد کب سے ہے؟
مریض ؛ آج رات سے۔
ڈاکٹر : رات کیا کھایا تھا؟
مریض : روٹی کا ایک ٹکڑا۔
ڈاکٹر : کیا آپ نے پہلے کبھی روٹی نہیں کھائی؟ رات کی روٹی میں کیا خاص بات تھی؟
مریض : رات کی روٹی میں خاص بات یہ تھی کہ وہ جلی ہوئی تھی۔
ڈاکٹر : ارے! تم جلی ہوئی روٹی کھا گئے؟
مریض : صرف ایک ٹکڑا کھایا تھا۔
ڈاکٹر : اوہو! کیا آپ کی نظر کمزور ہے؟ لیٹ جاؤ تمھاری آنکھوں میں دوا ڈالتا ہوں۔
مریض : نظر ٹھیک ہے۔ پیٹ میں کچھ ڈالیے تاکہ درد سے جان بچے۔
ڈاکٹر : وعدہ کرو کہ آئندہ جلی ہوئی روٹی نہیں کھاؤ گے۔
مریض : سو بار وعدہ کرتا ہوں۔ ہائے میرا پیٹ!
(ڈاکٹر مریض کو گولی کِھلاتا ہے)
مریض : ڈاکٹر صاحب! شکریہ۔ درد کم ہو رہا ہے۔ میں جاتا ہوں۔
ڈاکٹر : ارے میاں! دوا کی قیمت تو دیتے جاؤ۔
مریض : دوا کی قیمت درد سے آرام ہی تو ہے۔
ڈاکٹر : دوا کی قیمت دام بھی ہیں، جن سے دوائیں خریدی جاتی ہیں۔
مریض : (دوا کی قیمت ادا کر کے) السلام علیکم!
ڈاکٹر : وعلیکم السلام! روٹی کھانے سے پہلے دیکھ لیا کرو کہ جلی ہوئی تو نہیں۔
(مریض شکریہ ادا کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔)

دکان دار ۲ دکان دار اور خریدار

خریدار : السلام علیکم!
دکان دار : وعلیکم السلام! آیئے تشریف لایئے۔
خریدار : آپ کی دکان میں رومال بھی ہوں گے؟

دکان دار : رومال ہی نہیں جرابیں، بنیانیں، چھتریاں سبھی کچھ ہے۔

خریدار : رومال دکھایئے۔ کوئی سستا سا سُوتی ہو۔

دکان دار : یہ دیکھیے رومال، نہایت نفیس اور نرم۔

خریدار : آپ نے جرابوں کا ذکر کیا تھا۔ وہ بھی دکھایئے۔

دکان دار : رومال کے متعلق کیا فیصلہ ہے۔ کتنے پیش کروں؟

خریدار : جرابیں دکھایئے تو رومال کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔

دکان دار : یہ دیکھیے جرابیں، ریشمی ہیں ریشمی۔ کتنے جوڑے پیش کروں؟

خریدار : آپ مال دکھا رہے ہیں قیمت نہیں بتاتے۔ کیا آپ اپنی چیزیں بن داموں بیچتے ہیں؟

دکان دار : ہاں صاحب! بالکل مفت۔ قیمت برائے نام ہے۔ رومال سو روپے کا ہے اور جرابوں کا جوڑا دو سو بیس روپے کا۔

خریدار : میاں دکاندار! یہ قیمت تو بہت زیادہ ہے۔ ویسے رومال بھی نفیس ہے اور جرابیں بھی۔

دکان دار : ہم اپنے مال کو چند پیسوں کے نفع پر بیچتے ہیں۔ کسی اور دکان سے دریافت کرلیں۔ پھر آپ کی تسلی ہو جائے گی۔

خریدار : رومال اور جرابوں کی صحیح صحیح قیمت بتایئے۔ میں کچھ اور چیزیں بھی خریدوں گا۔

دکان دار : صاحب! ہماری دکان کا حساب ''باٹا'' جیسا سمجھیے۔ ایک زبان ایک دام۔

خریدار : اگر آپ سچ مچ درست کہتے ہیں تو مجھے آپ کی سچائی پر فخر ہے۔ اب میں سچّی دکان چھوڑ کر جھوٹی دکانوں پر نہیں جاؤں گا۔

دکان دار : پھر حکم کیجیے۔ آپ کی قدردانی کا شکریہ!

خریدار : پانچ رومال، پانچ جوڑے جراب، اور ایک چھتری بھی ڈال دیجیے مگر اچھّی سی ہو۔

دکان دار : یہ لیجیے۔ آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔

خریدار : رقم تو آپ نے نہ بتائی نہ وصول کی۔ شکریہ مُفت میں دے مارا۔

دکان دار : یہ لیجیے بل! کل اٹھارہ سو روپے ہی تو ہوئے۔

خریدار : یہ لیجیے دو ہزار روپے۔ اپنی رقم وصول کیجیے اور بقایا دیجیے۔

دکان دار : یہ تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اچھا آپ کی خوشی کے لیے یہ لیجیے، دو سو روپے۔

۳ دو ہم جماعت

علی رضا : شہریار میاں! کہاں جا رہے ہو؟

شہریار : آخاہ۔ آپ ہیں! السلام علیکم!

علی رضا : یہ کیا کہ سر پیر کا ہوش نہیں اور بازار کو بھاگے جا رہے ہو۔

شہریار : بھائی صاحب! سلام کا جواب تو دیا ہوتا۔

علی رضا : وعلیکم السلام! سچ مانو تمھیں دیکھ کر سلام کا جواب تک یاد نہ رہا۔
شہر یار : اور اب بھی بے خودی میں بھاگ رہے ہو؟
علی رضا : نہیں تو۔ بے خودی کی کیا بات ہے! انگریزی کتاب کا ترجمہ خریدنے جا رہا ہوں۔ انگریزی کمزور ہے نا میری۔
شہر یار : انگریزی ایسا مضمون نہیں جس کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت ہو۔
علی رضا : کیا مطلب؟
شہر یار : مطلب یہ ہے کہ میں مدد کے لیے حاضر ہوں۔
علی رضا : شکریہ دوست! یہ تو بتاؤ کہ تم کہاں جا رہے ہو؟
شہر یار : جا کہاں رہا ہوں۔ یہی حساب کا خلاصہ خریدنے کا ارادہ ہے۔
علی رضا : حساب میں مَیں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔
شہر یار : شکریہ! مگر یہ دونوں مضمون تیار کیسے ہوں گے اور ہم ایک دوسرے کی مدد کیوں کر کریں گے؟
علی رضا : ہمارے گھر میں آ جایا کریں اور حساب کی مشق کر لیا کریں۔
شہر یار : ٹھیک ہے۔ آیندہ ہم دونوں مل کر سکول کا کام کیا کریں گے اور ایک دوسرے کی مدد سے اپنی کمی پوری کر لیا کریں گے۔

۴ درزی خانے میں

(حمزہ خالد اور حسیب خالد دونوں بھائی درزی خانے میں داخل ہوتے ہیں)

حمزہ خالد : السلام علیکم!
درزی : وعلیکم السلام! کہیے کیسے آنا ہوا؟ کہیں بھول تو نہیں پڑے؟
حمزہ خالد : آپ کی طبیعت کیسی ہے ماسٹر جی!
درزی : شکر ہے۔
حمزہ خالد : ماسٹر جی! یہ کپڑا لیجیے۔ میرا سوٹ تیار کر دیجیے۔ حمزہ کے لیے دو شلواریں اور ایک قمیص تیار کیجیے۔
درزی : کس حساب سے خریدا ہے یہ کپڑا؟
حمزہ خالد : دو سو روپے فی میٹر۔
درزی : میری قمیص کے لیے کتنا کپڑا درکار ہوگا؟
حمزہ خالد : ڈھائی میٹر۔ یہ کپڑا تین میٹر ہے۔ آدھ میٹر کی واسکٹ بنا دیجیے۔
درزی : جو ارشاد ہو، مگر زمانے کے لیے فیشن کا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے نا!
حمزہ خالد : ہمارے کپڑے کب تک تیّار ہو جائیں گے؟
درزی : صرف پندرہ دن تک۔ آج پیر ہے اگلا پیر چھوڑ کر آیندہ پیر کو آیئے ان شاءاللہ آپ کے کپڑے تیار ہوں گے۔
حمزہ خالد : ماسٹر جی! پیروں کے پھیر میں نہ رکھیے گا۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں۔

درزی : فکر نہ کریں۔ ہمیں اپنے وقت کی بھی قدر ہے۔ کام آرہا ہے اور ختم ہونے میں نہیں آتا۔ سچّی بات بھی کہتے ہیں اور لوگوں کو وعدوں پر بھی ٹرخاتے ہیں۔

حسیب خالد: مگر ہمیں نہ ٹرخانا ورنہ ہماری دوستی بھی ٹرخ جائے گی۔

درزی : نہیں یہ صرف باتیں ہی ہیں۔ بھلا نرا وعدوں سے کام چلتا ہے کہیں!

حمزہ خالد : شکریہ ماسٹر صاحب!

درزی : دونوں نوجوانوں کی آمد کا شکریہ!

۵ تاریخِ پاکستان

(کلاس میں لڑکے شور مچا رہے ہیں۔ استاد صاحب کے آتے ہی خاموشی چھا جاتی ہے)

استاد : انس! بتائیے پاکستان کب وجود میں آیا تھا؟

انس : پاکستان ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آیا تھا۔

استاد : سب سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں اسلامی سلطنت کی بنیاد کس نے رکھی تھی؟

انس : محمد بن قاسم نے برصغیر میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی اور بعد میں آنے والے فاتحین کے لیے سلطنت محمود غزنوی اور محمد غوری نے راستہ ہموار کیا تھا۔

استاد : شاباش! محمد بن قاسم نے کس سن میں ہندوستان پر حملہ کیا تھا؟

صابر : ۷۱۲ء تھا جب کہ اس نوجوان فاتح نے راجا داہر کو شکست دے کر سندھ میں اسلامی حکومت قائم کی۔

استاد : سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر کتنے حملے کیے اور اسلامی حکومت کو کس قدر وسعت دی؟

امیر الحسن : سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اور پنجاب و سندھ کو اسلامی حکومت میں شامل کیا۔

استاد : سلطان محمد غوری نے دہلی کو فتح کیا اور اسلامی سلطنت کی حدود کو وسعت دی۔ اب بتائیے کہ مستقل اسلامی سلطنت کا بانی کون تھا؟

عبداللہ : ہندوستان میں مستقل اسلامی حکومت کا بانی سلطان قطب الدین ایبک تھا۔ اس کے بعد خلجی، تغلق، لودھی خاندان حکمران رہے۔

استاد : مغلیہ خاندان کا بانی کون تھا اور اس دَور کے مشہور حکمرانوں کے نام بتائیے؟

محمود الحسن : مغلیہ خاندان کے بانی کا نام ظہیر الدین بابر تھا۔ اس خاندان کے مشہور بادشاہ نصیر الدین ہمایوں، جلّال الدین اکبر، نورالدین جہانگیر، شہاب الدین شاہجہان، اورنگزیب عالم گیر، بہادر شاہ ظفر ہیں۔

استاد : ہندوستان پر ہزار سالہ اسلامی حکومت کا خاتمہ کس بادشاہ پر ہوا؟

مقصود احمد : ہندوستان میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت بہادر شاہ ظفر پر ختم ہوئی اور انگریز ہندوستان کے حاکم ہو گئے۔

استاد : پاکستان کس طرح قیام پذیر ہوا؟

طاہر شہزاد : برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہو گئی تھی۔ انگریز اور ہندو دونوں مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ علامہ اقبالؒ نے قوم کو جھنجھوڑا اور پاکستان کا نظریہ پیش کیا۔ جسے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی شبانہ روز محنت اور جدوجہد

نے انگریز اور ہندو کو شکست دے کر قائل کر لیا کہ پاک و ہند کے وہ علاقے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے پاکستان کے نام سے آزاد و آباد رہیں۔ چناں چہ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا اور قائدِ اعظمؒ پاکستان کے پہلے حاکم مقرر ہوئے۔

۶ ہوٹل میں

(مسٹر ستار انجم اپنے بیٹے نعمان کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوتے ہیں۔)

ستار انجم : السلام علیکم!

منیجر : وعلیکم السلام! خوش آمدید! کیا حکم ہے؟

ستار انجم : مجھے دو بستر کا کمرہ چاہیے۔

منیجر : آج کل مہمانوں کی آمد زیادہ ہے۔ تیسری منزل پر صرف ایک کمرہ خالی ہے۔

ستار انجم : منیجر صاحب! کمرہ صاف ستھرا اور ہوادار ہونا چاہیے۔

منیجر : ہمارے ہوٹل کا ہر کمرہ نہایت صاف ستھرا ہے۔ آپ اوپر جا کر دیکھ لیں۔

ستار انجم : مجھے آپ کی باتوں پر اعتماد ہے۔

منیجر : آپ کتنے دن تک ٹھہریں گے؟

ستار انجم : صرف دو دن تک۔ ہم مری جا رہے ہیں، واپسی پر پھر دو دن ٹھہریں گے۔

منیجر : ۳۱۰ نمبر کمرے کی چابی لیجیے، امید ہے کہ ہماری خدمت سے خوش ہوں گے۔

ستار انجم : شکریہ!

منیجر : کیا تناول فرمائیں گے آپ؟

ستار انجم : نعمان بیٹے! آپ کیا کھائیں گے؟ (کھانوں کی فہرست دیکھتا ہے)

نعمان : دہی پلاؤ اور شامی کباب۔

ستار انجم : ویٹر! میرے لیے بھنا ہوا مرغ اور بچّے کے لیے ایک پلیٹ پلاؤ، ایک پلیٹ شامی کباب، دہی اور سلاد لاؤ۔

(ویٹر سب کچھ حاضر کرتا ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر)

ستار انجم : ویٹر! بل لاؤ۔

ویٹر : یہ لیجیے جناب!

ستار انجم : ایک ہزار پچیس روپے ہوئے سب! یہ لو بل

ویٹر : شکریہ جناب!